بسم اللہ الرحمن الرحیم

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، وَالصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَى خَاتَمِ الأَنْبِيَاءِ وَالْمُرْسَلِيْنَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ أَجْمَعِيْن،

وَبَعْدُ:

05-شرح العقيدة الواسطية

العقیدۃ الواسطیۃ الشیخ الاسلام احمد بن عبد الحلیم ابن تیمیہ رحمہ اللہ، شرح فضیلۃ الشیخ العلامہ محمد بن صالح ابن عثیمین رحمہ اللہ۔اور ہم شیخ الاسلام رحمہ اللہ کے مقدمے پر بات کر رہے تھے اور ہم پہنچے تھے اس جملے پر، شیخ الاسلام رحمہ اللہ فرماتے ہیں"صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وسلَّم تسليماً مزيداً"۔

فضیلۃ الشیخ العلامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں"معنى:صلى الله عليه" معنی کیا ہے، سب سے بہترین بات جو کی گئی ہے أبو العالیۃ نے (رحمہ اللہ) کہا ہے کہ اللہ تعالی کی صلاۃ اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کا معنی ہے"ثناؤه عليه في الملأ الأعلى"(ملاأ الاعلی میں اللہ تعالی کی تعریف ہے اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے)۔

یہ معنی ہے صلاۃ کا کہ "صلى الله عليه" تو صلاۃ سے مراد اللہ تعالی کی تعریف اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے"الملأ الأعلى" یعنی فرشتوں پر۔

اور شیخ صاحب فرماتے ہیں کہ جس نے یہ تفسیر کی ہے صلاۃ کی رحمت سے "فقوله ضعيف" کیونکہ رحمت سب کے لیے ہوتی ہے اس لیے علماء کا اجماع ہے کہ یہ جائز ہے آپ کے لیے یہ کہنا ہے کہ فلان پر اللہ تعالی کی رحمت ہو لیکن اختلاف کسی چیز میں ہو یہ جائز ہے کہ یہ کہا جائے کہ فلان پر اللہ تعالی کی صلاۃ ہو یعنی"فلان صلى الله عليه" یہ جملہ جو ہے؟ اور اس سے یہ دلیل ملتی ہے کہ صلاۃ اور چیز ہے رحمت اور چیز ہے۔

اور اس کی دوسری دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے﴿أُولَٰٓئِكَ عَلَيۡهِمۡ صَلَوَٰتٞ مِّن رَّبِّهِمۡ وَرَحۡمَةٞ﴾الی آخرالآیۃ(البقرۃ:157)"والعطف يقتضي المغايرة"(اور قاعدہ یہ ہے عربی گرامر کے اعتبار سے کہ جب عطف ہو جائے تو عاطف اور معطوف جو ہے جس پر عطف کیا گیا ہے دونوں الگ الگ چیزیں ہیں کہ ایک ہی چیز ہر عطف نہیں ہو سکتا)۔ جب اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے﴿أُولَٰٓئِكَ﴾(اُن لوگوں پر) ﴿عَلَيۡهِمۡ صَلَوَٰتٞ مِّن رَّبِّهِمۡ﴾(ربّ کی طرف سے صلوات)﴿وَرَحۡمَةٞ﴾(اور رحمت بھی ہے)۔تو رحمت اور رحمت دو دفعہ نہیں ہو سکتی تو صلوات کا اور معنی ہے،اور جیسا کہ ابن جریر الطبری رحمہ اللہ نے تفسیر میں فرمایا ہے کہ صلاۃ سے مراد مغفرت ہے کہ مغفرت اور رحمت۔

اور شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں تو صلاۃ رحمت سے زیادہ مخصوص ہے تو اللہ تعالیٰ کے اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلاۃ کا معنی ہے کہ اللہ تعالیٰ جلّ شانہ کی تعریف ہے اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے فرشتوں میں ملأالاعلیٰ میں (یہ تھا صلاۃ کے تعلق سے)۔

"آلہ" کا معنی کیا ہے؟ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں آلہ سے مراد دیکھ لیں آلہ کے ساتھ اگر أتباعہ بھی ہے تو اور معنی ہے آلہ کا،أتباعہ نہیں ہے تو معنی اور ہے۔تو آلہ سے مراد آل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔اگر أتباعہ کا لفظ ساتھ نہیں ہے تو آل سے مراد تمام وہ لوگ جو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کرنے والے ہیں تا قیامت۔اگر أتباعہ بھی ہے تو آلہ سے مراد آل بیت ہیں علیہ الصلاۃ والسلام کے۔

اب یہاں پر جو ہے"وعلى آله وصحبه"آل اور صَحب دونوں کا ایک ساتھ جوڑا ہے۔تو آل سے کیا مراد ہو گی؟اتباع کرنے والے۔

اور"صحبه"جمع صحابہ(صحابی کی جمع ہے)۔اور صحابہ سے کیا مراد ہے صحابی کون ہے؟ہر وہ شخص جس نے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم"اجتمع بالنبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ"(ملاقات ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ایمان کی حالت میں اور اسی پر وفات ہوئی ہے)۔

تو ملنا ہیں لازمی نا ورنہ ایمان تو تابعی بھی لے کر آئے ہیں۔تابعی اور صحابی میں کیا فرق ہے تابعی صحابی کیوں نہیں ہے؟ ملاقات تو نہیں ہوئی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے براہ راست۔(۱)تو ملاقات براہ راست کا ہونا۔(۲)اور پھر ایمان

لانا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔(۳) تیسری شرط کیا ہے؟اُسی پر وفات ہونا(کیونکہ جو مرتد ہو گیا وہ صحابی تو نہیں ہو سکتا(نعوذ باللہ))۔

اس کی دلیل کیا ہے کہ آل سے مراد اتباع کرنے والے ہیں؟اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا ۚ وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۣ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾(غافر:46)۔

﴿اَلنَّارُ﴾ (آگ) ﴿يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا﴾ (اُن کو اس پر پیش کیا جاتا ہے (یعنی آگ پر پیش کیا جاتا ہے)) ﴿غُدُوًّا وَّعَشِيًّا﴾ (صبح اور شام) ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ﴾ (اور جس دن قیامت قائم ہو گی) ﴿اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ﴾(آل فرعون کو شدید عذاب میں داخل کرو)۔

یہاں پر عذاب کا دو مرتبہ ذکر ہے،ایک ہے آگ پر پیش کرنا اور پھر قیامت کے دن آل فرعون کو شدید عذاب میں داخل کرنا تو قیامت کے دن تو سمجھ آگئی کہ یہ جہنم کی آگ ہے اس سے مراد پہلی آگ جو قیامت سے پہلے ہے اُس آگ کا بھی ذکر ہے اور پیش کیا جارہا ہے صبح وشام یہ کون سی آگ ہے؟ یہ برزخ کی آگ ہے اور اس سے علماء دلیل پکڑتے ہیں کہ قبر برزخ کا عذاب بھی ہوتا ہے۔

جو لوگ انکار کرتے ہیں قبر کے عذاب کا یہ سب سے بڑی دلیل ہے کیونکہ یہاں پر دو مرتبہ عذاب کا ذکر ہے ﴿وَيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ﴾ واضح ہے جس دن قیامت قائم ہو گی اُس سے پہلے کیا ہے کس آگ پر پیش کیا جارہا ہے؟ یہ وہ آگ ہے جو برزخ کا عذاب برزخ میں ہے(نعوذ باللہ)۔

شاہد کیا ہے ﴿اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ﴾ تو آل فرعون سے مراد کیا ہے؟فرعون کی اتباع کرنے والے "على دينه"(اُس کے دین پر اُس کی ملت پر)۔

جب کوئی شخص کسی کی اتباع کرتا ہے اُس کے دین پر وہ اس کی آل میں ہو جاتا ہے۔اب لازمی نہیں ہے کہ ہم رشتے دار ہوں فرعون کے،نہیں!ہر وہ شخص جس نے فرعون کی اتباع کی ہے اُس کے دین پر۔اُس کا دین کیا تھا؟اپنے آپ کو ربّ اُس نے سمجھ لیا تھا۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں جب اتباع کا لفظ آل سے جڑ جاتا ہے اس کا معنی اور ہوتا ہے اور جب الگ ہوتا ہے تو معنی اور ہوتا ہے۔"آله وأتباعه" اگر کہا جائے تو آل سے مراد "المؤمنون من آل البيت" (آل بیت میں سے بھی شرط ہے کہ جو اہل ایمان والے ہیں جو مومن ہیں) "أي: بيت الرسول عليه الصلاة والسلام"۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے یہاں پر "آله وصحبه" کے الفاظ بیان کیے ہیں اور اس سے مراد یہ ہے کہ عطف کیا گیا ہے خاص کو عام پر۔اب عام لفظ ہے آلہ اور ساتھ صحبہ، آل میں صحابہ بھی شامل ہیں نا (سب شامل ہیں جو بھی اتباع کرنے والے ہیں) پھر خصوصی طور پر صحابہ کا ذکر کیا ہے۔تو آل بیت کہاں ہے؟ صحابہ بھی شامل ہیں۔

اس لیے جب علماء صحابہ کی بات کرتے ہیں تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ آل بیت کو ان کے ساتھ کیوں شامل نہیں کیا یہ آل بیت سے محبت نہیں رکھتے، یا آل بیت سے دشمنی رکھتے ہیں، یا آل بیت سے نفرت رکھتے ہیں (نعوذ باللہ)۔یہ کس نے کہا ہے ؟! صحابہ بھی شامل ہیں۔اگر صحابی کی تعریف دیکھیں تو آل بیت اس میں شامل ہیں کہ نہیں ؟ایمان بھی ہے، ملاقات بھی ہے اور اسی پر وفات بھی ہے (سبحان اللہ)۔تو دونوں خیروں کو جمع کیا ہے آل بیت نے تو صحابہ میں یہ بھی شامل ہیں۔

"وسلَّم تسليماً مزيداً" سلامتی کا لفظ جو صلاۃ کے ساتھ ذکر ہوتا ہے اس میں ایک اور بھی فائدہ ہے کہ "سلَّم" سے مراد سلامتی ہے (ہر آفتوں سے سلامتی) اور صلاۃ کے لفظ میں حصول الخیرات ہے۔

بھلائی کے لیے دعا جس میں مغفرت ہے رحمت ہے اور ہر خیر شامل ہے یہ صلاۃ کے لفظ میں ہے اور سلام کے لفظ میں سلامتی ہے، جو دونوں کو جوڑ دیا جاتا ہے تو صیغے میں اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لیے ساری بھلائیاں جوڑ دی ہیں اور تعریف ملأالأعلی (فرشتوں) میں، اور یہ بھی دعا ہے کہ جو بھی آفتیں ہیں اور تکلیفیں ہیں اُن سب سے اللہ تعالیٰ اپنے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اتباع کرنے والوں کو بھی دور فرمائے اور محفوظ فرمائے (آمین)۔

یہ جملہ جو ہے (شیخ صاحب فرماتے ہیں) "صلى الله عليه وسلّم" اس میں دعا ہے (دعا کا لفظ ہے)۔

دیکھیں "اللّٰهم صل علی محمد" دعا ہے نا، آپ طلب کر رہے ہیں جملہ طلبیۃ ہے۔ "صلی اللہ علیہ وسلّم" طلب ہے اس میں ؟طلب نہیں ہے آپ خبر دے رہے ہیں (خبر ہے نا) اسے کہتے ہیں "خبرية لفظًا طلبية معنى" یہ جملہ جو ہے لفظ خبر کا ہے یعنی طلب کا اس میں کوئی لفظ نہیں ہے لیکن معنی طلب کا ہے۔ جب آپ کہتے ہیں "صلی اللہ علیہ وسلم" حقیقتاً آپ اپنے ربّ سے دعا مانگ رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلاۃ اور سلام ہو لیکن دعا کے الفاظ کے علاوہ یہ جملہ خبریہ جو ہے یہ کس کی دلالت کر رہی ہے معنی کے اعتبار سے ؟ طلب دعا پر کیونکہ اس سے مراد دعا ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں۔

اور "مزيداً" کا لفظ یہ ہے کہ صلاۃ میں اور سلامتی میں زیادہ ہو۔

اور رسول سے مراد (شیخ صاحب فرماتے ہیں) اہل علم کے نزدیک "من أوحي إليه بشرع وأمر بتبليغه" (جس پر شریعت نازل کی جائے (یعنی وحی نازل کی جائے) اور حکم دیا جائے اس کی تبلیغ کرنے کا)۔

تو یہاں تک مقدمہ مکمل ہوا، پھر متن کی ابتداء میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں "أَمَّا بَعْدُ: فَهَذَا اعْتِقَادُ الْفِرْقَةِ النَّاجِيَةِ الْمَنْصُورَةِ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ، وَهُوَ الْإِيمَانُ بِاللَّهِ، وَمَلَائِكَتِهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْإِيمَانُ بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ"۔

اس سے پہلے جو آخری جملہ رہ گیا تھا رسالت کے اعتبار سے شرح میں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں "وقد نبئ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بـ﴿اِقْرَاْ﴾، وأرسل بالمدثر" (اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبوت ملی اقرأ سے یعنی ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ﴾، اور رسالت ملی سورۃ المدثر کی ابتداء سے (المدثر سے)) "فبقوله تعالى: ﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ﴾. . . إلى قوله: ﴿عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ﴾ سورۃ العلق کی پہلی جو پانچ آیات ہیں) " كان نبيًّا" (اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نبی ہوئے) "وبقوله: ﴿يٰٓاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ۝ قُمْ فَاَنْذِرْ﴾ سورۃ المدثر کی پہلی دو آیتوں سے) " كان رسولا عليه الصلاة والسلام" (آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رسول ہوئے)۔

اب متن کی ابتداء"أَمَّا بَعْدُ" اُمابعد سے مراد(شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں) یہ کہا جاتا ہے یعنی عربی لغت کے اعتبار سے کہ اُما جو ہے یہ لفظ نائب ہے اسم شرط و فعل شرط سے یعنی"مهما يكن من شيء" اُما کی جگہ۔

اور تقدیر یہ ہے "مهما يكن من شيء بعد هذا، فهذا" جو کچھ بھی ہو اس ابتدائی جملے یعنی مقدمے کے بعد تو یہ ہے اب یہ بات ہوگی۔

اور دوسری بات شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس سے بہتر یہ ہے کہ اس میں حرف شرط اور تفصیل سے یعنی ضرورت نہیں ہے یہی کافی ہے کہ "أما بعد ذكر هذا"(جو بھی بیان کیا مقدمہ یا جو یعنی ابتدائی جملے ہیں حمد و ثناء جو بیان کی گئی ہے)"فأنا أذكر كذا وكذا"(ان ابتدائی جملوں کے بعد اب میں یہ اور یہ بات بیان کرنا چاہتا ہوں)۔

یعنی عربی زبان میں جب آپ کوئی بات کرنا چاہتے ہیں اور اس بات کو آپ مضبوط کرنا چاہتے ہیں(یعنی عام بات نہیں ہے)تو مقدمہ ہوتا ہے پھر اُما بعد کہا جاتا ہے(اب بات یعنی حقیقتاً کوئی بات ہو رہی ہے کوئی عام سی بات نہیں ہے کوئی مذاق نہیں ہے حقیقی بات کوئی ہو رہی ہے کوئی معنی اور جس کی اہمیت بھی ہے(تو یہ اُما بعد کا معنی))۔

"فَهَذَا" اسم اشارہ ہے۔ شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ شیخ الاسلام(رحمہ اللہ)نے فھذا کا لفظ استعمال کیا ہے اسم اشارہ جب کہ ھذا کسی محسوس چیز کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اُس وقت اگر کتاب موجود تھی اور پھر مقدمہ لکھا ہے تو بات معروف ہے کہ پہلے کتاب لکھ دی ہے پھر مقدمہ لکھا ہے تو ھذا ایک موجود محسوس چیز کا آپ اشارہ کرتے ہیں کہ ھذا کتاب(تو پہلا یہ معنی ہے)۔

دوسری بات معنی یہ ہے کہ جب ذہن میں ایک بات ہوتی ہے(ابھی کتاب لکھی نہیں ہے لیکن ذہن میں جو دل میں ایک بات ہے جو کرنی ہے)اس کے لیے بھی اسم اشارہ استعمال ہوتا ہے(جو میں بیان کرنے جا رہا ہوں یہ(آپ اس کی طرف اشارہ کرتے ہیں))۔

اور تیسری بات شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس میں یہ ہے ان کے نزدیک کہ جو مخاطب(کیونکہ گذارش کی گئی تھی شیخ الاسلام رحمہ اللہ سے کہ آپ ہمیں اپنا عقیدہ بتائیے، اہل بدعت اس جگہ پر(واسط جگہ پر)بہت زیادہ تھے تو جو صحیح عقیدہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ کیا ہے تو یہ عقیدہ مخاطب کو بیان کر رہے ہیں)سے بات کرتے ہیں کیونکہ آپ

کے سامنے مخاطب ہے تو آپ اسم اشارہ بھی استعمال اس وقت کرتے ہیں) اس لیے اسم اشارہ ھذا کا بیان کیا ہے شیخ الاسلام رحمہ اللہ نے۔

"اعْتِقَادُ" (اعتقاد کا لفظ جو ہے یہ عقد سے لیا گیا ہے "عُقدَ"، عُقدَ کہتے ہیں گرہ کو) "وهو الربط والشد" (کسی چیز کو باندھنا اور کسنا)۔ جب آپ کسی چیز کو باندھ دیتے ہیں اور کس دیتے ہیں اسے عَقدَ کہتے ہیں یہ لغت کے اعتبار سے ہے۔ اور اصطلاح کے اعتبار سے یہ ہے "حكم الذهن الجازم" (آپ کے ذہن میں جب کوئی حکم ہوتا ہے اس پر جزم کر لینا اس کو عقیدہ کہتے ہیں) "اعتقدت كذا" (میں نے اس بات پر عقیدہ رکھا ہے یعنی اس بات کو اپنے دل میں مضبوط کر لیا ہے) "جزمت به في قلبي" (یا اپنے دل میں جزم کے ساتھ اس پر یقین کر لیا ہے)۔

پھر اس کی دو قسمیں ہیں، اگر واقع کے مطابق ہے تو صحیح ہے اگر واقع کے مخالف ہے تو باطل ہے یا فاسد ہے، اس کی مثال ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے ایک سچا معبود ہے "إله واحد" یہ عقیدہ صحیح ہے، لیکن نصاریٰ کا عقیدہ تثلیث کا (Trinity کا) کہ تین ہیں اور تینوں ایک ہیں یہ باطل ہے فاسد ہے۔ کیوں؟ کیونکہ اللہ تعالیٰ ایک ہے یہ طابق الواقع ہے حق ہے لیکن تین ایک ہیں واقع کے تو خلاف ہے ممکن نہیں ہے اس لیے یہ باطل ہے۔

اور جب ہم بات کرتے ہیں لغت کی اس عقیدے میں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے گویا کہ ہم نے اپنے دل میں اس بات کو بٹھا دیا ہے اس بات پر یقین کر لیا ہے اور اس پر گرہ بھی ڈال دی ہے اس کو کس بھی لیا ہے تاکہ ہم نے یہ جو عقیدہ بنایا ہے یقین کیا ہے یہ چھوٹنے نہ پائے۔

"أَمَّا بَعْدُ: فَهَذَا اعْتِقَادُ الْفِرْقَةِ النَّاجِيَةِ" (الفِرقہ اور الفُرقہ دو لفظ ہیں (الفِرقہ: فاء کے نیچے زیر ہے اور الفُرقہ: فاء کے اوپر پیش ہے) فرقے سے مراد گروہ ہے)۔ اس دلیل میں ﴿فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ﴾ إلى آخر الآية (التوبہ: 122)۔ اور الفُرقہ جو ہے افتراق سے ہے (فُرقہ: اُما پیش کے ساتھ افتراق) فرقہ بندی سے ہے افتراق یعنی الگ ہونے سے اور الفِرقہ جو ہے کسرہ کے ساتھ اس سے مراد گروہ ہے "الطائفة"۔

"الناجية" یہ اسم فاعل ہے نجا سے اور "إذا سلم" (اگر بچ جائے تو سلامتی کا لفظ بچنے کا لفظ اور محفوظ ہونے کا لفظ (دنیا میں بدعت سے بچے اور آخرت میں جہنم کی آگ سے بچے))۔ یہ وہ گروہ ہے جو بچنے والا ہے دنیا میں بدعت اور اہل بدعت سے بچتے رہے اور آخرت میں جہنم کی آگ سے بچ گئے۔

یعنی شیخ الاسلام رحمہ اللہ عقیدہ بتا رہے ہیں "فَهَذَا اعْتِقَادُ الْفِرْقَةِ النَّاجِيَةِ" (عقیدہ بیان کرنے سے پہلے بتا رہے ہیں کہ عقیدہ ہے کس کا یہ) "الْفِرْقَةِ النَّاجِيَةِ" (فرقہ ایک گروہ ہے "النَّاجِيَةِ" نجات پانے والا)۔ کس چیز سے نجات پائی ہے؟ دنیا میں بدعت سے نجات پائی ہے کیونکہ اصل بات عقیدے کی ہے، اصل بات یہ ہے کہ آپ نے متبع سنت ہوتا ہے اور اتباع سنت کے لیے لازمی ہے کہ آپ موحد ہوں گے ورنہ اتباع سنت ممکن نہیں ہے۔

"النَّاجِيَةِ" (نجات پانے والے دنیا میں بدعت سے اور آخرت میں جہنم کی آگ سے اللہ کی پکڑ سے)۔ اور اس کی وجہ جو ہے دلیل جو ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان "(وَسَتَفْتَرِقُ هَذِهِ الأُمَّةُ عَلَى ثَلاثٍ وَسَبْعِينَ فِرْقَةً كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلا وَاحِدَةً)، قالوا: من هي يا رسول الله؟ (مَنْ كَانَ عَلَى مِثْلِ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي)" ((یہ حدیث ہے ترمذی نے روایت کیا ہے اور علامہ البانی (رحمہ اللہ) نے صحیح کہا ہے اس حدیث کو) یہ امت اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت جو ہے تہتّر فرقوں میں بٹے گی ساری کی ساری جہنم میں سوائے ایک فرقے کے۔ صحابہ عرض کرتے ہیں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کون سا فرقہ ہے؟ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں)۔

شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، اس حدیث میں ناجیۃ کا معنی موجود ہے (نجات پانے والے) ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کے نقش قدم پر چلتا ہے) "فهو ناج من البدع" (تو ایسا شخص جو ہے وہ بدعت سے بچنے والا ہے) "و: كُلُّهَا فِي النَّارِ إِلا وَاحِدَةً" (سارے جہنم میں سوائے ایک کے یہ جہنم سے بچنے کی دلیل ہے) "فالنجاة هنا من البدع في الدنيا، ومن النار في الآخرة" (بدعت سے (کیونکہ تہتّر فرقے ہیں ایک جنت میں جائے گا باقی بہتّر جہنم میں جائیں گے۔ جو بہتّر جہنم میں جائیں گے کیوں جا رہے ہیں؟ بدعت کی وجہ سے کیونکہ وہ اس پر نہیں ہیں

جس پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ ہیں، اور جو بچنے والے ہیں اس لیے بچ گئے ہیں) کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقے اور صحابہ کے طریقے پر ہیں) "عَلَى مِثْلِ مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي"۔

تو دنیا میں کس چیز سے بچے؟ اہل بدعت کے راستے اور بدعت سے بچ گئے اور آخرت میں "كُلُّهَا فِي النَّارِ إلا وَاحِدَةً" جہنم کی آگ سے بچ گئے۔

تیسرا جو وصف ہے "الْمَنْصُورَةِ" (منصورۃ یعنی جس کی نصرت کی گئی)۔ اور اس کی دلیل شیخ صاحب فرماتے ہیں "موافقة للحديث" (اس حدیث کا لفظ جو ہے اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں) " لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ " (میری امت میں سے ایک گروہ جو ہے ہمیشہ حق پر ظاہر ہوگا)۔ اور ظہور کا معنی انتصار ہے غلبہ ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿فَأَيَّدْنَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَىٰ عَدُوِّهِمْ فَأَصْبَحُوا ظَاهِرِينَ﴾ (الصف:14)۔ ظاہرین سے مراد یعنی کیا مراد ہے؟ منتصرین یا غالبین (غلبہ اور نصرت اسی گروہ کے لیے ہے)۔

اور نصرت جو ہے شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) اللہ تعالیٰ، اللہ تعالیٰ کے فرشتے، اور مومن جو ہیں نصرت کرتے ہیں اس گروہ کی (گروہ دیکھیں "الطائفة" ایک چھوٹا سا گروہ ہے لیکن ہمیشہ غالب رہے گا کیونکہ حق پر ہے، دلیل سے ہمیشہ غالب رہے گا تلوار سے ہمیشہ غالب رہے گا، علم سے ہمیشہ غالب رہے گا، اپنے عمل سے، اپنے اخلاق سے ہمیشہ ہر خوبی سے غالب رہے گا)) "فهي منصورة إلى قيام الساعة" (یہ کب تک غلبہ رہے گا ان کا؟) تا قیامت)۔ یہاں تک (شیخ صاحب فرماتے ہیں شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) کہ جن بھی مدد کرتے ہیں نصرت کرتے ہیں اور دشمنوں کو ڈرا کر بھگا بھی دیتے ہیں (سبحان اللہ)۔ "إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ" (تا قیامت)۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں، ایک اشکال وارد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ قیامت تو بدترین لوگوں پر قائم ہوگی، اور دوسری حدیث میں کہ نہیں قیامت قائم ہوگی جب تک نہیں کہا جائے گا اللہ اللہ (اللہ کا نام نہیں باقی رہے گا یعنی اللہ کا نام لینے والا کوئی بھی نہیں رہے گا)۔ تو ہم کیسے جمع کریں گے دونوں کو کہ ایک گروہ جس کی خاص تائید اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے فرشتوں اور اہل ایمان سے جو غالب گروہ ہے تا قیامت کیسے

رہے گا جب کہ اس وقت تو اہل ایمان تو ہوں گے ہی نہیں؟ اللہ تعالیٰ کا نام لینے والے نہیں ہوں گے تو دونوں کو کیسے ہم جوڑ سکتے ہیں؟

اس کے جواب میں شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) اس سے مراد ہے "إلى قرب قيام الساعة" قیامت کے قریب یہ گروہ رہے گا کیونکہ حدیث میں ہے "حَتَّى يَأْتِيَ أَمْرُ اللَّهِ" ((کب تک؟) جب تک اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا)۔ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مراد یعنی قیامت ہے تو اُس سے "حَتَّى" غایۃ کے لیے ہے یعنی قرب قیامت سے پہلے اہل ایمان جب ختم ہو جائیں گے تو پھر اہل باطل اہل شر جو ہیں وہ باقی رہیں گے اُن لوگوں پر بدترین لوگوں پر قیامت قائم ہو گی، اور اس سے مراد یہ ہے کہ اُن کی موت کے وقت تک کیونکہ ساعت موت کو بھی کہتے ہیں۔ جس شخص کی موت ہو جائے تو اس کی قیامت قائم ہو جاتی ہے۔

بہر حال تو دونوں معنی سے یہ دلیل ہے کہ اس میں کوئی تضاد نہیں ان روایات میں ساری روایات صحیح ہیں کیونکہ یہ روایت جو ہے متفق علیہ حدیث میں ہے۔ جو پہلے حدیث ہے "لَا تَزَالُ طَائِفَةٌ مِنْ أُمَّتِي عَلَى الْحَقِّ ظَاهِرِينَ" یہ متفق علیہ حدیث ہے اور دوسری حدیث میں جو ہے جس میں قیامت کا بدترین لوگوں پر قائم ہونا یہ صحیح مسلم کی روایت ہے کتاب الفتن میں، اور جو تیسری روایت ہے جس میں یہ ذکر کیا اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کہ قیامت نہیں قائم ہو گی جب تک کہ اللہ کا نام لینے والا کوئی نہیں رہے گا یہ بھی صحیح مسلم کی روایت ہے۔

یہ احادیث ساری صحیح ہیں تو ان میں کوئی تعارض کوئی تضاد ہے؟ کوئی تضاد نہیں ہے۔ اس لیے علماء کیا فرماتے ہیں اگر تضاد ظاہر ہو تو کیا کرنا ہے سب سے پہلے؟ جمع کرنا ہے۔ جمع ممکن ہے کہ نہیں؟ آسان جمع ہے۔ کیسے جمع کریں گے روایات کو؟ کہ یہ گروہ جس کی بات ہو رہی ہے الطائفۃ المنصورۃ جو ہے قیام الساعۃ سے کیا مراد ہے؟ قیامت کے قریب تک۔ جب قیامت قائم ہو گی تو یہ گروہ ہو گا ہی نہیں۔ کس پر قیامت قائم ہو گی؟ جو بدترین لوگ باقی رہیں گے کیونکہ ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ ٹھنڈی سی ہوا چلے گی اور آستین کے نیچے سے گزرے گی اور روح قبض ہو جائے گی (یعنی اہل ایمان باقی نہیں رہیں گے)۔

تو ان سب روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان روایات میں کوئی بھی تضاد نہیں ہے۔

اب لفظ ہے"أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ"۔ یہ بیان کرنے سے پہلے کہ یہ عقیدہ کس کا ہے جو بیان کرنے جارہے ہیں اگر بیان نہیں ہوا آگے بیان ہو گا اس سے پہلے کہ عقیدہ ہے کس کا کیا بیان کیا ہے؟ چند پیاری صفات ہیں اہل سنت والجماعت بعد میں ہے۔ اچھا یہ ہیں کون جو سب سے بڑی دو اہم ان کی صفات ہیں؟ الفرقۃ الناجیۃ۔

"أَمَّا بَعْدُ: فَهَذَا اعْتِقَادُ الْفِرْقَةِ النَّاجِيَةِ الْمَنْصُورَةِ إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ" اگر آپ یہ عقیدہ رکھیں گے جو بیان کیا جارہا ہے تو آپ اس گروہ میں شامل ہیں، فرقہ ہے چھوٹا سا گروہ ہو گا کثرت تعداد کی ضرورت نہیں پڑے گی آپ کو کامیاب ہونے کے لیے۔"النَّاجِيَةِ"(نجات پانے والے بدعت سے (دنیا میں بدعت سے نجات اور آخرت میں جہنم کی آگ سے اللہ کی پکڑ سے نجات)"الْمَنْصُورَةِ"(اور غالب رہیں گے ہمیشہ)۔ کب تک؟"إِلَى قِيَامِ السَّاعَةِ"۔ اب انسان میں یہ شوق پیدا ہوتا ہے یہ ہے کس کا عقیدہ دیکھیں تو صحیح! کون ہے کس کا عقیدہ ہے؟ اہل سنۃ والجماعۃ۔

آیئے دیکھیں اہل سنت سے کیا مراد ہے؟

اہل سنۃ والجماعۃ سے اضافہ جو ہے سنت کی طرف اس لیے ہے کیونکہ سنت کو لازم پکڑنے والے ہیں اور جماعۃ جو ہے اسی پر جمع ہوئے ہیں یعنی سنت پر جمع ہو کر لازم پکڑنے والوں کو کہتے ہیں اہل سنۃ والجماعۃ۔

پھر آگے شیخ صاحب فرماتے ہیں"أَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ" کہ جماعت بھی ہے پھر اپنی طرف کیسے نسبت ہو سکتی ہے؟ اصل بات کہ جماعۃ کا لفظ جو ہے اجتماع سے لیا گیا ہے اسم مصدر ہے، پھر قوم اجتمع کی طرف یہ معنی منتقل کیا گیا ہے۔ تو اہل سنت والجماعت سے مراد یہ ہے "اہل سنۃ والاجتماع" اصل یہ بات ہے۔ اہل سنت کیونکہ تمسک کرتے ہیں لازم پکڑتے ہیں سنت کو، اور اہل الجماعۃ اس لیے کہتے ہیں کیونکہ اس پر جمع ہوئے ہیں یعنی سنت پر جمع ہوئے ہیں۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں یہ فرقہ جو ہے یہ گروہ جو ہے (اہل سنت جو ہے) ان میں کبھی آپس میں افتراق نہیں ہوا ہے جیسا کہ اہل بدعت فرقے فرقے میں بٹ گئے، اہل بدعت جو ہیں دیکھیں جہمیہ کو دیکھیں متفرقین ہیں، معتزلہ کے فرقے فرقے ہوئے، روافض کے فرقے ہوئے، ان کے علاوہ اہل التعطیل جو ہیں سب فرقے فرقے میں بٹ گئے۔ یعنی ایک بدعتی گروہ تھا اس کے اندر اور گروہ بندیاں ہو گئیں جتنے بھی گروہ دیکھ لیں آپ کبھی اجتماع نہیں ہو سکا ان کا کبھی اتفاق نہیں ہو سکا لیکن یہ ایک ہی فرقہ ہے جو حق پر جمع ہوئے ہیں اگرچہ بعض چیزوں میں اختلاف ہو بھی جاتا ہے بعض

مسائل میں لیکن یہ ایسا اختلاف ہے جس میں کوئی خلل یا کوئی ضرر کوئی نقصان نہیں ہوتا اور ان کے سینے کشادہ ہو جاتے ہیں ایک دوسرے کے لیے۔

آپ یہ دیکھ لیں کہ یعنی سلف کے زمانے میں بھی بعض مسائل میں اختلاف ہوا تھا جن مسائل کا تعلق عقیدے سے بھی تھا مثال کے طور پر کیا اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ربّ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے یا نہیں دیکھا (دنیا میں یعنی)؟ اور دوسری مثال اس کی کیا جو قبر کا عذاب ہوتا ہے وہ صرف جسم پر ہوتا ہے یا روح پر ہوتا ہے یا دونوں پر ہوتا ہے؟ یعنی شیخ صاحب نے یہاں پر دو کا ذکر کیا ہے "هل عذاب القبر على البدن والرواح أو الروح" (کہ جسم پر اور روح پر دونوں پر یا صرف روح پر ہوتا ہے)۔

اور بعض مسائل میں بھی اختلاف ہوتا ہے لیکن یہ مسائل جو ہیں انڈر لائن کریں "لكنها مسائل تعد فرعية بالنسبة للأصول" (یہ جو مسائل ہیں یہ اصول کی نسبت میں فروعی مسائل سمجھے جاتے ہیں)۔ ان مسائل کا عقیدے سے تعلق ہے کہ نہیں؟ مسائل عقیدے کے مسائل ہیں کوئی فقہی یا کوئی فروعی مسائل نہیں ہیں۔ عقیدے کے مسائل کا مطلب کیا ہے؟ دو قسمیں ہیں ایک تو اصولی مسائل ہیں جن میں کوئی اختلاف نہیں ہوا سلف کا، صحابہ کا (کسی کا بھی) اور دوسرے قسم کے ان ہی اصولوں میں سے فروعی مسائل نکلتے ہیں ان میں اختلاف ہوا ہے لیکن یہ اختلاف جو ہیں ان میں کوئی خلل نہیں ہوا اجتماعیت باقی رہی ہے افتراق نہیں ہوا۔

اختلاف اور افتراق میں فرق ہے، اختلاف ہو سکتا ہے فقہی مسائل میں ہوا ہے۔ عصر کی نماز بنو قریظۃ میں پڑھنے کی معروف دلیل اور حدیث لیکن کیا اصولی مسائل میں بھی ہوا ہے (عقیدے کے مسائل میں)؟

ہاں! عقیدے کے مسائل دو قسم کے ہیں ایک تو جو اصولی مسائل ہیں ان میں نہیں ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ عرش پر ہے کوئی اختلاف نہیں ہوا، ایمان بالبعث میں کوئی اختلاف نہیں ہوا، آخرت پر ایمان پر کوئی اختلاف نہیں ہوا، فرشتوں پر ایمان، اللہ تعالیٰ پر ایمان، توحید عبادت جو اصولی مسائل ہیں، اللہ تعالیٰ کا دیدار جنت میں کوئی اختلاف نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ کا دیدار دنیا میں کوئی نہیں کر سکتا۔

کیا اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا کہ نہیں کیا دنیا میں اللہ تعالیٰ کا دیدار؟ اس میں اختلاف ہوا ہے کیونکہ حدیث میں جو آیا ہے ایک حدیث میں آیا ہے کہ "رَأَيْتُ رَبِّي" (ربّ کو دیکھا ہے)''، دوسری حدیث میں "نُورٌ أَنَّى أَراه" (نور ہے نہیں دیکھ سکتا ہوں)۔ تو ان دلائل کی بنیاد پر اختلاف ہوا ہے تو صحابہ میں بھی یہ اختلاف تھا بعض کہتے تھے ہے دیکھا ہے بعض کہتے تھے نہیں دیکھا۔

تو شیخ عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں یہ جو اختلاف ہوا ہے عقیدے کے اس مسئلے میں پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ مسئلہ عقیدے کے اصول میں سے فروع مسئلہ سمجھا جاتا ہے، فروع کیوں کہا ہے؟ قاعدہ: ہر وہ مسئلہ جس کا عقیدے سے تعلق ہے اس میں اختلاف ہوا ہے وہ فروعی مسئلہ ہے۔

قاعدہ یاد رکھ لیں کہ ہر وہ مسئلہ جس کا تعلق عقیدے سے ہے پھر اختلاف سلف کا ثابت ہوا ہے تو یہ مسئلہ جو ہے فروعی سمجھا جاتا ہے اصول نہیں سمجھا جاتا، اور یہ بات یعنی شیخ صالح آل شیخ نے بیان کی ہے بڑا پیارا قاعدہ بیان کیا ہے۔ کیونکہ اہل بدعت کہتے تھے "سلف میں بھی اختلاف ہوا ہے"، ہم کہتے ہیں فروع میں ہوا ہے۔

کہتے ہیں کہ نہیں اصول میں بھی ہوا ہے۔ کیا دلیل ہے؟ یہ دلیل ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا کہ نہیں دنیا میں؟ جواب کیا ہے؟ فروعی مسئلہ ہے۔ کیوں؟ کیونکہ اختلاف ہوا ہے اور اصول میں اختلاف ہو نہیں سکتا کبھی ہوا نہیں ہے (تو یہ قاعدہ بیان کیا ہے)۔

تو شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں "مثل بعض الأمور يختلفون فيها" (بعض اُمور میں اختلاف ہوتا ہے) "لكنها مسائل تعد فرعية بالنسبة للأصول، وليست من الأصول" (اصول میں سے نہیں ہیں، اصول میں سے نہیں فروعی مسئلے سمجھے جاتے ہیں)۔ اور تیسری بات، اگر اختلاف ہو بھی جاتا ہے تو ایک دوسرے کو گمراہ نہیں سمجھتے اور نہ ہی فرقے فرقے میں بٹ جاتے ہیں تحزب نہیں ہوتا گروہ بندی نہیں ہوتی (اختلاف ہو گیا ہے اس مسئلے میں اور اختلاف کی اساس کیا ہے؟ دلیل ہے ھدیٰ ہے ہواء نہیں ہے خواہش نفس نہیں ہے)۔

اہل بدعت کا افتراق کیوں ہوا ہے؟ اختلاف اُن کا بھی ہوا ہے افتراق کیوں ہوا ہے؟ خواہش نفس۔ بدعت کی اساس ہی خواہش نفس ہے (سبحان اللہ)۔ اس لیے اہل سنت والجماعت جب مجتمعین ہیں سنت پر تو اللہ تعالیٰ کی خاص رحمتیں نازل ہوتی ہیں اختلاف اگر ہو

بھی جاتا ہے کسی مسئلے میں تو اتفاق باقی رہتا ہے۔ اہل بدعت پر اللہ تعالی کا غضب ہے جب اختلاف ہوتا ہے تو افتراق ہو کر رہتا ہے اور یہ آپ نے اپنی آنکھوں سے بھی دیکھا ہے محسوس بھی کیا ہے اور واقع بھی اس کا گواہ ہے۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں (شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ) تو لب لباب یہ ہے "إذًا فهم مجتمعون على السنة، فهم أهل السنة والجماعة" (اہل سنت والجماعت یہ وہ جماعت ہے جو سنت پر مجتمع ہوئی اور لازم پکڑنے والی ہے)۔

اور پھر شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، مصنف کے کلام سے یہ بات واضح ہوئی کہ ان میں وہ داخل نہیں ہے جو ان کے طریقے کی مخالفت کرنے والے ہیں جیسا کہ أشاعرہ اور ماتریدیہ اہل سنت والجماعت میں سے نہیں ہیں اس باب میں (عقیدے کے باب میں)۔

اگر کوئی شخص کہے (جیسا کہ یہ بھی شبہ ہے اور اس شبے کا شیخ صاحب نے ازالہ کر دیا ہے) کہ اہل سنت کون ہیں؟ سلفی ہیں (اہل سنت والجماعت سلفی ہیں)۔ أشعری ماتریدی کیا ہیں؟ أشاعرہ ماتریدیہ نے معتزلہ سے اختلاف رکھا ہے اور جہمیہ سے بھی اختلاف رکھا ہے (وہ کہتے ہیں)۔ اگر حقیقتاً دیکھا جائے اللہ تعالی ہر جگہ موجود ہے کس کا عقیدہ ہے؟ وحدت الوجود کا عقیدہ ہے۔ اور سب سے پہلی بات یہ بھی جہم بن صفوان لے کر آیا تھا کہ اللہ ہر جگہ موجود ہے اور یہ آج کس کا عقیدہ ہے؟ أشاعرہ کا عقیدہ ہے (سبحان اللہ)۔

جن سات صفات کا اقرار کرتے ہیں صرف دلیل کی روشنی میں کرتے ہیں یا عقل کی اساپر کرتے ہیں؟ عقل کی اساس پر کرتے ہیں۔ تو اس کا فائدہ کیا ہے؟!

اہل سنت والجماعت کا اسماء وصفات کے باب میں کیا عقیدہ ہے؟ کہ ہر وہ نام اور صفت جو قرآن مجید میں اور صحیح حدیث میں اس کا ذکر ہوا ہے اس پر ایمان ہے اس کی تحریف نہیں کریں گے، تعطیل (انکار) نہیں کریں گے، تاویل نہیں کریں گے، تکییف نہیں کریں گے (کیفیت بیان نہیں کریں گے)، مثلیت بیان نہیں کریں گے۔ تو زمین اور آسمان کا فرق ہے۔ تو یہ کہنا کہ أشاعرہ ماتریدیہ بھی اہل سنت والجماعت میں سے ہیں یہ غلط ہے۔

اب شیخ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں، أشاعرہ ماتریدیہ اہل سنت میں سے نہیں ہیں کیونکہ مخالفت کرتے ہیں جس چیز پر اللہ تعالی کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور اللہ تعالی کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابہ تھے، اور اسماء وصفات کے باب میں حقیقت کو نہیں مانتے اس لیے جو لوگ کہتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت تین ہیں "سلفيون، وأشعريون، وماتريديون" تو اس نے غلط کہا ہے اس سے خطاء ہوئی ہے جس نے یہ کہا ہے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ سب اہل سنت بھی ہوں اور اُن کا آپس میں اختلاف بھی ہو؟! "فماذا بعد الحق إلا الضلال ؟!" (تو حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کچھ

بھی نہیں ہے)۔اہل سنت میں سے کیسے ہو سکتے ہیں جب کہ یہ لوگ ایک دوسرے پر رد بھی کرتے ہیں؟! یہ ممکن نہیں ہے۔"الجمع بين الضدين"(دو ضد کو آپس میں جمع کرنے کے برابر ہے)۔

تو حق کیا ہے اس بات میں؟ حق یہ ہے کہ ان سب میں سے صرف ایک اہل سنت میں سے ہے باقی جو ہیں اہل سنت میں سے نہیں ہیں۔ تو اہل سنت میں سے کون ہو گا ان تینوں میں سے؟"من وافق السنة، فهو صاحب السنة ومن خالف السنة، فليس صاحب سنة"(یہ قاعدہ ہے کہ جس نے سنت کی موافقت کی ہے تو صاحب سنت ہے جس نے مخالفت کی ہے وہ صاحب سنت نہیں ہے)۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ سلف اہل سنت والجماعت ہیں اور یہ لفظ جو ہے جس میں اہل سنت والجماعت کا لفظ موجود ہے وہ ان کے علاوہ کسی اور منطبق ہو ہی نہیں سکتا۔

پہلی بات یہ ہے کہ اہل بدعت مجتمع ہیں ہی نہیں، اُشاعرہ ماتریدیہ وہ کہتے ہیں کہ سات صفات ہیں، ماتریدیہ کہتے ہیں کہ نہیں آٹھ صفات ہیں، ان کا آپس میں بھی اختلاف ہو گیا ہے ان کا آپس میں اجتماع نہیں ہو سکا۔

کہتے ہیں "کہ دو گروہ ہیں دونوں اہل سنت ہیں"۔اُن کو آپس میں دیکھ لیں اُن کا آپس میں جو اختلاف ہوا ہے اہل سنت ہو ہی نہیں سکتے دونوں۔

سلفیوں کو دیکھ لیں عقیدے میں کوئی اختلاف ہے ان کا؟ کوئی اختلاف نہیں ہے ایک ہی ہیں۔

پھر شیخ صاحب فرماتے ہیں، جو تین طوائف ہیں یہ سب مجتمعون ہیں ان کا اجتماع ہے اور جو باقی ہیں ان کا اجتماع ہے نہیں تو"فأهل السنة والجماعة هم السلف معتقداً"(سلفی جو ہیں وہ عقیدے کے اعتبار سے سلفی ہیں)"حتى المتأخر إلى يوم القيامة"(یہاں تک کہ جو بعد میں آنے والے ہیں سلف کے زمانے سے بالکل دور تا قیامت)"إذا كان على طريقة النبي صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وأصحابه فإنه سلفي"(اگر ایسا شخص جو ہے جو بعد میں کسی دور زمانے میں آیا ہے تا قیامت لیکن اس کا طریقہ اللہ تعالی کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صحابہ کا طریقہ ہے تو ایسا شخص جو ہے وہ سلفی ہے)۔

تو اس سے یہ واضح ہوا کہ اہل سنت والجماعت صرف اور صرف سلفی ہیں اور باقی جو ہیں صرف دعویٰ کرنے والے ہیں اور حقیقتاً وہ سلفی نہیں ہیں کیونکہ سلف کی نسبت سلف سے ہے صحابہ سے ہے، اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہے اور جب عقیدے کے اصول میں اختلاف ہوا ہے اور صحابہ کے راستے سے جدا ہوئے ہیں سبیل المؤمنین کے علاوہ کوئی اور راستہ اختیار کیا ہے تو ایسے لوگ جو ہیں نہ خود جمع ہو سکتے ہیں اُن کا آپس میں افتراق ہے، جہمیوں سے

پھر معتزلہ آئے، پھر اس کے بعد مزید اختلاف کرتے ہوئے کلابیہ آئے اشاعرہ آئے، پھر ماتریدیہ آئے اور ان سب نے عقل کو ترجیح دی ہے نقل پر، قرآن اور سنت کو چھوڑ کر صحابہ اور سلف کے راستے کو چھوڑ کر اپنے راستے اپنائے ہیں عقل پرستی کرتے ہوئے عقل کو مقدم کیا ہے قرآن وسنت پر اور ٹھوکریں کھائی ہیں۔

اہل سنت والجماعت جو ہیں جو سچے سلفی ہیں انہوں نے سبیل المؤمنین کو اپنایا ہے اور سلف کے راستے کو اپنایا ہے، اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس فرمان پر عمل کیا ہے "عَلَى مَا أَنَا عَلَيْهِ وَأَصْحَابِي"(جس پر میں اور میرے صحابہ ہیں)، اور اس کا حق بھی ادا کیا ہے اسی پر زندہ رہے ہیں اور اسی پر ان کی وفات ہوئی ہے۔

تو جو سلفی ہے اس کا منہج بالکل واضح ہے اس کا عقیدہ بالکل واضح ہے اس میں کوئی تضاد نہیں ہے کوئی شکوک وشبہات اس میں باقی نہیں ہیں اور باقی جتنے بھی گروہ ہیں کیونکہ ان کی اساس ان کی بنیاد کمزور تھی، حق پر نہیں تھی باطل پر تھی اس لیے ان کا اختلاف بھی ہوا اور وہ بہت سارے شکوک اور شبہات بھی آج تک موجود ہیں۔

آج کے درس میں اتنا کافی ہے اگلے درس میں ان شاءاللہ عقیدے کا جو اصول ہے وہاں سے درس کا آغاز کریں گے اور سب سے پہلا جو اصول بیان کیا ہے وہ ہے ارکان الایمان (جو چھ ارکان ہیں ایمان کے)، واللہ أعلم۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (05.العقیدۃ الواسطیۃ) سے لیا گیا ہے۔ سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست نہیں کیا گیا ہے۔ قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔